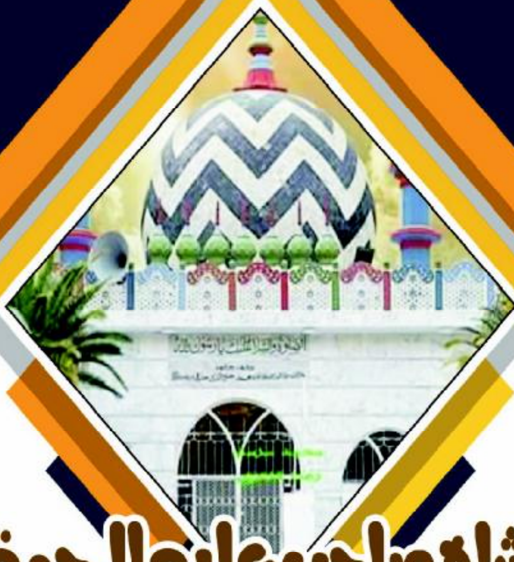
حضرت علامہ پیر سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ
کی کتاب زیست کے چند روشن اوراق



شاہ صاحب علیہ الرحمۃ

میری یادوں کے آئینے میں

مرتب:
محمد سلیم رضوی

ناشر: ادارہ فیض حق

اے اللہ!

ہماری اس کاوش کو قبول فرما

اور ہمیں

فیضِ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ سے

حصہ نصیب فرما۔ آمین

از:

جملہ اراکین و محبین

ادارہ فیضِ حق

پیرطریقت حضرت علامہ قبلہ سیدزمان علی جعفری دامت برکاتہم العالیہ، پیکرشفقت ومحبت ہیں۔آپ کی نوازشیں اس حقیر وفقیر پر بے انتہا ہیں بلکہ حضرت کی شفقتوں سے آپ کے متعلقین میں کوئی محروم نہیں۔راقم الحروف نے قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے حوالے سے تحریری کام کا جب ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے مصروفیات سے وقت نکال کر کچھ کلمات فی البدیہہ اپنے قلم مبارک سے لکھ کر دیئے اور جولکھ کر دیا، وہ آپ کی بزرگی پر دال ہے۔کیونکہ ایسی عاجزی وانکساری بزرگوں کا شیوہ ہے۔حضرت کی اس عنایت پر میں سراپا شکر گزار ہوں۔امید کرتا ہوں کہ حضرت اس سلسلۂ شفقت کو جاری رکھیں گے اور شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے حوالے سے مفصل طور پر اپنی یادیں اور یادگار واقعات احقر کو قلمبند کرائیں گے۔حضرت کے لئے دعا رہتی ہے کہ اللہ پاک حضرت کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور شریروں کے شر سے محفوظ فرمائے۔آمین (مرتب:محمد سلیم رضوی)

تاثرات ودعائیہ کلمات

از: پیرطریقت علامہ سیدزمان علی جعفری قادری دامت برکاتہم العالیہ

نحمده و نصلي و نسلم علي رسوله الكريم،اما بعد

رحمٰن کا فرمان ہے: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔(کنزالایمان)

حضرت قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی زندگی کو دیکھا جائے تو ان کی حیات اور بعداز وصال یہی کیفیت پیش نظر ہے۔وہ ساری زندگی اللہ جل جلالہ اور رسول ﷺ کی یاد میں گزارتے رہے اور پسِ وصال آج ہرسُو ان کے چرچے زبان زدعام ہیں۔ان کی حیات مبارکہ کا اکثر حصہ تقدس وطہارت کی پاکیزگی کے حصار میں نظرآتا ہے۔اپنے رب سے کیئے ہوئے عہد کی پاسداری میں وقت کی تمام تر شیطانی ودجالی طاقتوں سے نبردآزما رہے۔حق پر یقین کامل اور اپنے اسلاف پر حد درجہ اعتماد ان کی کامیابی کا راز ہے۔مالکوں سے وفاداری ان کا طرۂ امتیاز ہے۔اپنے نسب، اپنی نسبت اور اپنے مسلک ومشرب کی حقانیت پر ان کا یقین غیر متزلزل رہا۔تمام عمر اپنے نظریئے، مسلک،عقیدے،مرشد، استاذ، جماعت،مسجد،محراب ومنبر سے کمیٹڈ رہے۔اس دور پرفتن میں جینے کا سلیقہ سکھا گئے۔زندگی کے ہر ہر پہلو پر اپنی اثر پذیری سے نقوش محبت ثبت کرتے چلے

گئے۔

فقیر سے اس کی متاع زندگی کی تشریح پوچھی گئی۔ ہائے! وہ فقیر کی زندگی کا مان، فقیر کا اعتماد، فقیری سکھانے والے، فقر کا راستہ دکھانے والے، فقیر کے ملجا و ماویٰ تھے۔

فرمان رحمٰن عزوجل ''تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا''

ہاں ہاں انہیں کے چرچے ہوں گے...... یہ سچے تھے...... یہ راز دار تھے......یہی واقف اسرار تھے......انہیں کے تذکروں سے نجانے کتنے نفوس گرمئی احرار سے سرشار ہو جاتے ہیں...... فقیر بھی انہیں کا خوشہ چیں ہے۔

ان کی خوشبو کے متلاشیوں میں سے ایک نام محمد سلیم قادری رضوی کا بھی ہے...... یہ بھی اسی ساقی کی نظر محبت کا شکار ہیں...... عاشق کو محبوب کا تذکرہ ہی قرار دیتا ہے......بس یہ بھی اپنے محبوب کے تذکروں کو تلاش کرتے رہتے ہیں......ان کی خوشبو تو عالم کو مہکا رہی ہے...... یہ اس فکر میں پریشان ہیں، آخر اسے جمع کیسے کیا جائے؟ اس فکر میں کبھی لائق کے پاس جاتے ہیں، کبھی نالائقوں سے بھی ٹکرا جاتے ہیں۔

بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے

آخر خوشبو پہ صرف اہل لوگوں کا تو قبضہ نہیں...... کچھ نالائق بھی کبھی کام آ سکتے ہیں......اس کے مصداق اس فقیر سے رابطہ کیا...... یہ چند معروضات فی البدیہہ قلمبند ہوئیں......مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے۔

انہیں بھی اور ان کے رفقاء کو بھی جزاء عطا فرمائے۔ آمین

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو میں نے

کیسا دیکھا، کیسا پایا:

از: صاحبزادہ محمد صلاح الدین صدیقی دامت برکاتہم العالیہ

پہلی ملاقات:

یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب والد صاحب قبلہ (پیر طریقت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی) علیہ الرحمہ اخوند مسجد کھارادر سے متصل عمارت میں قیام پذیر تھے۔ ایک دن دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے درواہ کھولا تو بہت وجیہہ اور اسمارٹ نوجوان موجود تھا۔ میرے استفسار پر کہنے لگے: قاری صاحب سے ملنا ہے۔ میں نے والد صاحب کو اطلاع دی۔ والد صاحب نے حکم دیا: بلا لاؤ۔ خیر میں اس نوجوان کو اوپر والد صاحب کے حجرے میں لے گیا اور وہاں انہیں چھوڑ کر واپس آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد والد صاحب نے مجھے طلب کر کے فرمایا: چائے بھیج دو۔ جب میں چائے لے کر حاضر ہوا تو اس دوران ہونے والی گفتگو سے مجھے معلوم ہوا کہ اس نوجوان کا نام نسیم ہے اور یہ والد صاحب کے عزیزوں میں سے ہیں۔

(حیدر آباد دکن میں اکثر دو نام رکھے جاتے تھے۔ ایک نام اور ایک عرفیت یا گھر میں پکارنے کے لئے۔ جیسے حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کو گھر کی عورتیں محبوب جانی کہہ کر پکارتی تھیں۔ اسی طرح شاہ صاحب کا نام، وہاں کے ایک بزرگ کے نام پر سید شاہ تراب الحق رکھا گیا۔ جبکہ نسیم میاں کے نام سے گھر میں آپ کو پکارا جاتا تھا: مرتب)

اس واقعہ کے بعد وہ نوجوان وقتاً فوقتاً تشریف لانے لگے۔ بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ یہ

ہمارے والد صاحب کے رشتہ میں بھانجے لگتے ہیں کیونکہ وہ والد صاحب علیہ الرحمہ کو خالو جان کہہ کر مخاطب کرتے تھے اور والد صاحب علیہ الرحمہ انہیں نسیم میاں کہہ کر بلاتے تھے۔

کچھ ہی عرصے میں اس نوجوان میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہونے لگیں۔ سابقہ لباس ترک کر کے کرتا و پاجامہ پہن لیا اور پھر والد صاحب سے کچھ کتابیں بھی پڑھنا شروع کر دیں اور تھوڑے عرصے بعد اس نوجوان کا داخلہ والد صاحب نے دارالعلوم امجدیہ میں کرا دیا۔ ہماری بڑی بہن سے آپ کا نکاح بھی ہوا۔

یہی نوجوان علم و فضل کی دنیا میں سید شاہ تراب الحق قادری کے نام سے مقبول ہوئے اور اپنی خدمات و اخلاص کی بدولت عرصۂ دراز تک یاد رکھے جائیں گے۔

قاری صاحب علیہ الرحمہ کا ادب:

اخوند مسجد کے جس مکان کا میں نے ذکر کیا وہاں ہمارے چار چچا، ایک پھوپھی، میری دو بہنیں، ایک میں اور دادا دادی رہائش پذیر تھے۔ قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی تشریف آوری سے ایک ماحول بن جاتا تھا۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کسی بھی معاملے پر نہ شکست کھاتے تھے، نہ شکست تسلیم کرتے تھے، نہ باتوں میں نہ ہاتھوں میں۔ بہت دلچسپ باتیں کرتے اور شاہ صاحب کے آنے سے گھر میں رونق ہو جاتی تھی۔

لیکن یہی شاہ صاحب جب والد صاحب کے سامنے بیٹھتے تو بہت مؤدب نظر آتے۔ گفتگو بڑی محتاط و مختصر ہوا کرتی تھی۔ یہ چیزیں شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی سعادت مندی، سمجھ داری اور دینی سوجھ بوجھ کی روشن دلیل تھی۔



شاہ صاحب بارگاہِ مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ میں:

شاہ صاحب نے جب انڈیا کا سفر کیا تو والد صاحب نے مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے لئے ایک رقعہ لکھ کر دیا۔ جسے دیکھ کر مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ بہت خوش ہوئے۔ شاہ صاحب کا قیام وہاں مختصر تھا مگر مفتیِ اعظم ہند نے اسے طویل کرا دیا۔ اسی سفر میں آپ کو اپنی خلافت سے بھی نوازا اور تعویذات کی اجازت کے ساتھ ساتھ تعویذات لکھنے کا طریقہ اور روحانی علاج کرنا بھی سکھایا۔ یہ والدِ محترم کے بعد شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی دوسری تربیت تھی۔ مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے علاوہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے دیگر اور بھی بزرگوں سے اکتسابِ فیض کیا جن میں قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ بھی شامل ہیں۔

(شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو قطبِ مدینہ علیہ الرحمہ نے خلافت بھی عطا فرمائی تھی لیکن شاہ صاحب علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ تنہائی کا معاملہ تھا اور میرے پاس کوئی سند یا گواہ نہیں۔ اس لئے میں نے اس کا کسی کو بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ بعد ازاں شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اظہارِ تشکر کے طور پر اپنے ایک انٹرویو میں اس حوالے سے بیان کیا تو یہ معاملہ لوگوں کے علم میں آیا۔ یہ بھی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی کمال سادگی، عاجزی و انکساری کی روشن دلیل ہے ورنہ قطبِ مدینہ تو کجا کسی عام پیر کی خلافت بھی اگر کسی کو مل جاتی ہے تو وہ اس کا بار بار اعلان کرتے نہیں تھکتا۔ از: مرتب سلیم رضوی)

ایک خاص عادت:

والد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی ایک خاص عادت تھی کہ جب کبھی آپ بیان یا کسی کام سے کہیں تشریف لے جاتے تو راستے میں جن اعزاء و اقرباء کے گھر آتے، وہاں چاہے پانچ منٹ ہی کیوں نہ ٹھہریں، رکتے ضرور تھے۔ حال احوال معلوم کرتے اور خیر خیریت دریافت کرنے کے

بعد آگے بڑھتے۔ اسی طریقے کو شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے بھی تادم زیست اپنائے رکھا۔

صوفی رنگ:

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی طبیعت میں بڑا جلال تھا۔ آپ کی تقاریر سے بھی اس بات کا اندازہ ہوتا ہے۔ صوفی رنگ شاہ صاحب علیہ الرحمہ پر والد صاحب کے وصال کے فوراً بعد آنا شروع ہوا۔ طبیعت میں بھی ٹھہراؤ پیدا ہوا اور گفتگو میں بھی نرمی آنے لگی۔

طبیعت میں ٹھہراؤ:

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ خوشی وغمی کے حوالے سے آپ کی طبیعت میں بہت ضبط تھا۔

اپنی دلی کیفیات کسی دوسرے پر عام طور پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو سمجھنا اور پہچاننا بہت مشکل تھا۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ چاہے پاکستان میں ہوں یا ہندوستان میں...... مدینہ شریف میں ہوں یا پھر مکہ شریف میں...... آپ کے چہرے کے تاثرات سب جگہ یکساں ہوتے تھے۔

نگاہ بلند، عزم جواں

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا ابتدائی دور بڑا مشکل گزرا۔ جب آپ KPT میں ملازم تھے تو مشاہرہ بہت کم تھا اور شاہ صاحب علیہ الرحمہ کثیر الاعیال تھے۔ اتنے بچوں کو پڑھانا، ان کے یونیفارم اور اسکول کے اخراجات کے ساتھ ساتھ دیگر اخراجات برداشت کرنا بہت کٹھن مرحلہ ہے۔ جسے شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی استقامت اور حوصلہ کی بنیاد پر طے کرلیا لیکن اپنی جستجو اور اپنے مشن پر ان مسائل سے کچھ فرق نہیں پڑنے دیا۔ میں سمجھتا ہوں یہ بھی شاہ صاحب علیہ

الرحمہ کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے کہ آپ نے زندگی کے کسی بھی مسئلہ کو اپنے پیر کی بیڑی نہیں بننے دیا بلکہ ہمیشہ اپنی پرواز کو بلند سے بلند تر رکھا۔

بعدازاں معاش کے حوالے سے یہ مشکل دور گزر گیا اور ہر طرف آسانی اور فراوانی ہوگئی۔

شاہ صاحب اہل خانہ کے درمیان:

گھر میں شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا انداز بڑا مختلف تھا۔ محبت بھرے انداز سے پرمزاح گفتگو فرماتے۔ لطائف وظرائف بھی سناتے۔ گھر کے بچوں سے باتیں کرتے۔ تمام بچوں کو جمع کر کے ہر ایک سے پوچھتے کہ کس نے نماز پڑھی، کس نے نہیں پڑھی۔ کھانا بھی کبھی شاہ صاحب کو اکیلے کھاتے نہیں دیکھا۔ ایک لمبا سا دسترخوان لگتا اور اس میں سب اہل خانہ کا بیٹھنا لازمی تھا۔ دیگر افراد چاہے کسی بھی طرح بیٹھیں، میں نے شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو ہمیشہ سنت طریقہ کے مطابق بیٹھ کر کھانا کھاتے دیکھا۔ اس سے ان کا سنتوں پر عمل اور اس پر استقامت کی عادت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

زندگی کے تین اہم ادوار:

شاہ صاحب علیہ الرحمہ ایک زبردست عالم دین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے مثال حافظہ اور بے مثل ذہانت سے نوازا تھا۔ آپ علیہ الرحمہ کی زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور تو آپ کا وہ تھا کہ جب آپ ہر لمحہ اور ہر لحظہ علم کی تلاش اور جستجو میں مشغول رہتے تھے۔ جس عالم کی صحبت میں بھی بیٹھتے، علمی استفادہ ضرور فرماتے۔ والد صاحب علیہ الرحمہ سے بھی بکثرت علمی باتیں معلوم کرتے اور مسائل دینیہ میں بہت غور وخوص فرماتے۔ والد صاحب علیہ الرحمہ کے علاوہ اور بھی اکابرین تھے جن کی موجودگی کو شاہ صاحب غنیمت جانتے اور علمی استفادہ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ میرے خسر شہید اہل سنت مولانا عبدالقادر (عطاء

المصطفیٰ نوری صاحب فیصل آباد والے کے والد) سے بھی شاہ صاحب علمی مسائل میں گفتگو کیا کرتے تھے۔

دوسرا دور شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا وہ ہے جس میں شاہ صاحب کی مصروفیات عروج پر تھیں اور آپ کا فن تقریر اپنے نکتۂ کمال کو چھو رہا تھا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب شاہ صاحب ایک معروف خطیب کی حیثیت سے اپنا لوہا منوا چکے تھے۔ تقاریر کے علاوہ آپ کے تعویذات اور روحانی علاج کا بھی دور دور تک شہرہ تھا۔

تیسرا دور وہ ہے کہ جب شاہ صاحب علیہ الرحمہ پر تصوف کا غلبہ ہوا اور آپ ایک صوفیِ کامل اور پیر کامل کے رنگ میں نظر آنے لگے۔ یہ روحانیت کے عروج کا زمانہ تھا جس کا اظہار آپ کے روشن چہرے کو دیکھ کر ہی ہو جاتا تھا۔ اس دور میں شاہ صاحب علیہ الرحمہ میں بہت نرمی پیدا ہوئی۔ پند و نصائح کو آپ نے اپنا معمول بنا لیا۔ آواز میں بھی دھیما پن پیدا ہوا اور شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ہر ادا سے تصوف کا رنگ جھلکنے لگا۔

بے مثال قوت حافظہ:

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے جن بے شمار خوبیوں سے نوازا، ان میں سے ایک آپ کا حافظہ بھی تھا۔ کسی کتاب کو انہاک سے مطالعہ کرتے میں نے نہیں دیکھا...... ایک سرسری نظر ڈالنا بھی ان کے لئے کافی تھا۔ گویا وہ کتاب آپ کو ازبر ہو جاتی تھی۔ کبھی کسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے تھے۔ رئیس بھائی سے) کہ میں نے فلاں دن جو تمہیں کتاب دی تھی، وہ الماری کے فلاں حصہ میں رکھی ہے، ذرا وہ لے آؤ۔ رئیس بھائی بھی حیران رہ جاتے کہ کب ہمیں دی، کب ہم نے رکھی لیکن شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی یادداشت ایسی تھی کہ آپ پرانی سے پرانی بات کو بھی یاد رکھا کرتے تھے۔ یہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا حافظہ ہی تھا کہ ہر طرح کا سوال اور

پیچیدہ مسئلہ منٹوں میں حل فرمادیا کرتے تھے۔اس کے علاوہ کبھی آپ نے دیکھ کر تقریر نہیں فرمائی۔ہمیشہ فی البدیہ تقریر فرمایا کرتے تھے۔

حافظہ کے حوالے سے ایک کمال یہ بھی تھا کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ ان لوگوں کو بھی با آسانی پہچان لیا کرتے تھے جو ایک عرصے کے بعد آپ کے پاس آئے ہوتے اور نہ صرف پہچان لیا کرتے تھے بلکہ ان کے نام سے انہیں مخاطب کرتے تھے۔اس کے علاوہ جن دنوں میں موبائل فون نہیں ہوا کرتا تھا، بے شمار نمبر آپ کو زبانی یاد تھے اور ایک حد تک آپ اس معاملے میں ڈائری اور نوٹ بک کے محتاج نہیں تھے۔

عفوو درگزر

شاہ صاحب علیہ الرحمہ عام طور پر کسی سے ناراض نہیں ہوا کرتے تھے اور اگر کسی سے ناراضگی ہوتی تو وہ اصول کی بنیاد پر ہوا کرتی تھی۔اپنی ذات کے معاملے میں ہمیشہ درگزر فرماتے لیکن اصولی معاملات میں کسی کو نہیں چھوڑتے تھے، ہاں جب سامنے والا اپنی غلطی تسلیم کرلیتا اور معافی چاہتا تو فوراً معاف بھی فرمادیا کرتے تھے۔

حساس طبیعت کے مالک تھے:

شاہ صاحب کی حیات کا یہ پہلو شاید بہت کم لوگوں کے علم میں ہوگا کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ جتنے سخت اور مضبوط تھے، اتنے ہی دلی طور پر آپ نرم اور حساس بھی تھے۔اس پر میں آپ کی حیات سے ایک مثال پیش کرتا ہوں جس سے آپ کے رقیق القلب ہونے کا واضح اظہار ہوتا ہے۔

شاہ صاحب علیہ الرحمہ جب سعودیہ تشریف لاتے تو آپ کا قیام میرے یہاں ہوتا تھا۔ ہمارے گھر والے شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی آمد کا شدت سے انتظار کیا کرتے تھے اور اپنے ذہن

میں مسائل جمع کرلیا کرتے تھے کہ جب شاہ صاحب تشریف لائیں گے تو ہم ان سے یہ مسائل معلوم کریں گے۔ جب شاہ صاحب علیہ الرحمہ اپنی والدہ کے وصال کے بعد ہمارے یہاں تشریف لائے تو اسی طرح کی ایک محفل لگی ہوئی تھی، باتوں باتوں میں آپ کی والدہ کا ذکر آ گیا۔اس وقت شاہ صاحب علیہ الرحمہ اپنے احساسات کو ضبط نہ کر سکے اور ہچکیوں اور سسکیوں کے ساتھ رونے لگے جیسے ایک چھوٹا بچہ رویا کرتا ہے۔ یہ پہلا موقع تھا جب ہم نے شاہ صاحب کو روتے ہوئے دیکھا۔ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ شاہ صاحب اس طرح ہچکیوں سے بھی کبھی روئے ہوں گے۔

شاہ صاحب علیہ الرحمہ اور قوم جنات:

جنات کے حوالے سے بھی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے بہت سے واقعات ہیں۔ برے اثرات اور جنات کے علاج میں شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔یہی وجہ تھی کہ اکثر آپ کے پاس ایسے مریض لائے جاتے تھے جن پر جنات قابض ہوتے۔ دلیری وشجاعت تو شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا وصف خاص تھا لہذا شاہ صاحب بڑے انوکھے انداز میں اس طرح کے معاملات سے نمٹا کرتے تھے۔ دو واقعات میرے ذہن میں ہیں۔اس وقت وہ عرض کرتا ہوں۔

☆ کورنگی 4 نمبر پر ایک نالہ تھا وہاں کے کچھ لوگ جنات کی وجہ سے پریشان تھے۔ وہ احباب شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں آئے اور جنات کے بارے میں عرض کیا۔ یہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا ابتدائی دور تھا......جوش والا......آپ بغیر اطلاع دیئے چلے گئے اور وہاں جنات سے مقابلہ ہوگیا شاہ صاحب نے غصے میں اس قبیلہ جن کے کسی فرد کو جلا دیا۔ یہ شاہ صاحب کا جلال تھا اور شاہ صاحب علیہ الرحمہ اس وقت بہت جلال میں رہا کرتے تھے۔اب وہ جنات انتقام لینے کے لئے شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے پیچھے پڑ گئے۔اس وقت شاہ صاحب علیہ الرحمہ بہت پریشان ہوئے کہ یہ مجھ سے کیا ہوگیا پھر وہ والد صاحب قبلہ کے پاس تشریف لائے اور واقعہ بیان کیا۔ والد صاحب قبلہ نے ان کی وہاں سے خلاصی کرائی اور شاہ صاحب قبلہ کو تنبیہ فرمائی والد

صاحب علیہ الرحمہ کا تکیہ کلام تھا بندہ خدا فرمانے لگے : بندہ خدا وہ پورا قبیلہ تھا پھر بھی ہاتھ ڈال دیا یہ تو کبھی بھی وار کر سکتے تھے۔

☆ایک کیس غالباً اندرون سندھ کا تھا۔ایک بچی تھی جس پر جن عاشق ہو گیا تھا۔وہ جن اس لڑکی کو بہت زیادہ تنگ کرتا تھا۔اس کی شادی کہیں اور نہیں ہونے دیتا تھا۔اس کے گھر والے لڑکی کو لے کر شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اس جن کو حاضر کیا اور گفتگو فرمائی اور اسے قائل کرنے کی کوشش کی کہ تم اس لڑکی کا پیچھا چھوڑ دو۔ وہ جن کسی صورت ماننے کو تیار نہیں تھا۔ بات بڑھ گئی تھی۔شاہ صاحب علیہ الرحمہ اسے وارننگ دی کہ تو نے اگر اس بچی کو نہیں چھوڑا تو میں تجھے حضرت سید جہانگیر اشرف سمنانی علیہ الرحمہ کے یہاں بند کر دوں گا۔شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے جلال اور اس وارننگ سے وہ جن راہ راست پر آ یا اور پھر اس نے معافی بھی مانگی۔

پیکر شفقت و محبت و مددگار اہلسنت

قبلہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ

از: علامہ کامران قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

انسان میں محبت تو ہوتی ہی ہے لیکن مسلمان اور پھر کامل ولی میں محبت،شفقت کا مزاج بہت نمایاں ہوتا ہے۔اس وصف کی وجہ سے ہر شخص ان نفوس قدسیہ سے محبت اور عقیدت کرتا ہے۔ یہ نفوس ہر ایک سے ایسے ملتے ہیں کہ ملنے والا سمجھتا ہے کہ اس پر خصوصی شفقت فرما رہے ہیں اور حقیقت بھی یہ ہی ہوتی ہے۔قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ ہزاروں کے مجمع سے مل رہے ہوتے لیکن ہر ایک سے ایسی محبت سے مصافحہ فرماتے کہ دست کرم سے محبت عیاں ہو جاتی اور نگاہ مرد مومن مرد حق سے ملنے والے کی خوشی بہت عرصے تک اس کو تازہ رکھتی اور وہ یہ کہنے میں فخر محسوس کرتا کہ میں نے شاہ صاحب کی دست بوسی کی ہے۔راقم الحروف فقیر محمد کامران قادری

کے لئے شاہ صاحب کے یہ جملے سرمایۂ حیات ہیں کہ ایک بار دارالعلوم امجدیہ کراچی میں ایک مدرس قاری صاحب نے شاہ صاحب سے پوچھا کہ شاہ صاحب کامران قادری آپ کے مرید ہیں؟ شاہ صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ نہیں۔ بزرگوں کی محبت وشفقت بڑی شان والی ہوتی ہے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا: یہ بیعت تو مفتی محمد وقارالدین قادری علیہ الرحمہ سے ہیں لیکن میں ان کو اپنا مرید کہتا ہوں، کیوں مولانا؟...... فقیر نے عرض کی: جی حضور، آپ کی کرم نوازی ہے کہ آپ نے مجھے قبول فرمایا۔

قبلہ شاہ صاحب ہر ایک سنی سے شفقت کرتے۔ ہم لوگ دفتر جماعت اہلسنت کراچی میں شاہ صاحب کے ساتھ حاضر تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے قبلہ شاہ صاحب سے کہا کہ میں سکھر سے آیا ہوں اور یہاں میرے پاس پیسے ختم ہوگئے ہیں۔ اب میں واپس سکھر جانا چاہتا ہوں۔ مجھے کرائے کی رقم اگر آپ عطا کردیں تو میری مشکل حل ہوجائے گی۔ شاہ صاحب نے فرمایا: سکھر کے کسی بڑے عالم دین کو آپ جانتے ہیں، اس نے فوراً مفتی محمد حسین قادری علیہ الرحمہ کا نام لے دیا۔ حضرت نے اور کچھ نہیں فرمایا...... فوراً مولانا رئیس قادری صاحب سے فرمایا: انہیں سکھر جانے کے لئے بس کا کرایہ دے دیں۔ وہ صاحب کہنے لگے: شاہ صاحب جب کبھی میرے پاس رقم ہوئی تو واپس کردوں گا۔ شاہ صاحب نے فرمایا: نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مجھے ایک دوست کی بہن کی شادی کے لئے کچھ رقم درکار تھی اور رقم زیادہ تھی۔ میں نے شاہ صاحب سے عرض کی: شاہ صاحب نے فرمایا: مولانا آدمی سچا وعدہ پورا کرنے والا ہے۔ میں نے عرض کی، کافی عرصہ سے جانتا ہوں۔ شاہ صاحب نے شفقت فرمائی اور وہ رقم ہمیں دوست کی بہن کی شادی کے لئے فراہم کردی۔

معلوم ہوا قبلہ شاہ صاحب کی شفقت دعا اور ظاہری مدد سے بھی ہوتی تھی۔

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے ساتھ گزرے

میری زندگی کے یادگار لمحات

از: محترم محمد جاوید قادری صاحب

شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ انتہائی شفیق انسان تھے۔ لوگوں کی عقیدت ومحبت کا خیال کرتے، ان کی دلجوئی فرماتے اور لوگوں کی خوشیوں کی خاطر اپنا آرام اور اپنا خیال بھی بسا اوقات ترک فرمادیا کرتے تھے۔ اس حوالے سے کچھ واقعات عرض کرتا ہوں۔

پیکرِ شفقت:

دارالعلوم امجدیہ میں عرس اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تقریب تھی۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی عادت مبارکہ یہ ہوتی کہ جب عوام کھانے سے فارغ ہوجاتی تو حضرت ہمارے ساتھ (کارکنان کے ہمراہ) کھانا تناول فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ شاہ صاحب کھانا کھانے بیٹھے تھے۔ ابھی ایک دو نوالے ہی لئے تھے کہ ایک عقیدت مند نے حضرت سے درخواست کی، حضرت اپنے ہاتھوں سے مجھے ایک نوالہ کھلا دیں۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے نوالہ انہیں کھلایا۔ یہ معاملہ دیکھ کر اردگرد موجود لوگوں نے تو نمبر لگالیا۔ دوسرا آگیا، تیسرا آگیا...... شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے کسی کو منع نہیں فرمایا۔ حالانکہ حضرت نے کھانا صرف چند نوالے ہی کھائے تھے، لوگوں کے علم میں تھا لیکن تھال کا بقیہ کھانا لوگ تبرک وبرکت سمجھ کر شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے ہاتھوں سے لیتے رہے اور شاہ صاحب قبلہ نے بھی ازراہِ شفقت اپنی بھوک کو لوگوں کی خوشی کی خاطر قربان کردیا مگر کسی کو جھڑکا یا رد نہیں فرمایا۔

ایک محبت بھرا انداز:

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ایک عادت جو مجھے بہت ہی پسند تھی وہ یہ کہ آپ علیہ الرحمہ اکثر ہمیں اپنے ساتھ کھانا کھلایا کرتے تھے۔ بارہا ایسا ہوتا کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ گھر سے ٹفن تیار کر کے نکلتے لیکن حضرت کی مصروفیات اس قدر ہوا کرتی تھیں کہ حضرت کو کھانا تناول کرنے کا وقت بھی نہیں مل پاتا تھا۔ کبھی ہم سے کہتے تھے (مجھ سے یا رئیس بھائی سے) کہ ''آپ لوگ کھالو، اس کو ختم کرو، میرے پاس تو ٹائم نہیں ہے'' اس کے علاوہ یہ عادت بھی حضرت کی تھی کہ جب کھانا تناول فرماتے تو چاہے کھانا کم ہو یا زیادہ، ہمیں ضرور ساتھ شریک طعام کرتے، اگرچہ ہم ایک دو لقمہ لیں لیکن ہمیں تاکیداً اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ کبھی ہم نہ کھانے پر اصرار کرتے تو زبردستی اپنے ہاتھ سے لقمہ کھلاتے اور فرماتے تھے۔ ''تم کو کوئی مولوی ایسا نہیں ملے گا جو اپنے ہاتھوں سے کھلائے، مجھے یاد کروگے''

سچ ہے شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے بعد ایسا شفیق اور مہربان پیر نہ کہیں سنا، نہ نظر آیا جس نے اپنے مریدوں اور خدام کو اپنی اولاد کی طرح پیار دیا ہو۔ شاہ صاحب کے پاس بیٹھنے والا ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ سب سے زیادہ توجہ مجھ پر ہے، سب سے زیادہ محبت قبلہ مجھ سے کرتے ہیں۔

یہ مٹھائی تم لے لو:

بزرگوں کی عادت ہے، ان کا اصول ہے کہ وہ کسی چیز کی لالچ نہیں کرتے اور خرچ کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ میں بھی یہ وصف ہم نے دیکھا۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو تقاریر کے لئے لے جانا اور پھر گھر چھوڑنا مختلف لڑکے یہ ڈیوٹی سرانجام دیا کرتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ شاہ صاحب کو تقاریر کے بعد مٹھائی کا ڈبہ پیش کیا جاتا تھا۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ وہ مٹھائی کا ڈبہ اس کارکن/مرید کو دے دیا کرتے تھے جو آپ کو چھوڑنے جاتا تھا اور یہ

معاملہ ہر چند دن کے وقفے سے رہتا۔اسی طرح حجرہ کا حال تھا کہ وہاں مٹھائی کے ڈبے آتے تو کبھی رئیس بھائی کو دے دیتے،کبھی فرماتے یہ ڈبے فلاں کو دے دو،کبھی کسی کو دے دیتے،کبھی کسی کو۔

دین کو کبھی حصولِ دنیا کا ذریعہ نہیں بنایا:

شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے جلسے کرنا یعنی تقاریر فرمانا 1962ء میں شروع کیا اور 2012ء تک تقریباً نصف صدی مسلسل جلسے میں خطاب اور بیانات فرماتے رہے۔لیکن کبھی اپنے فن تقریر کو اپنے علم اور شخصیت کو حصول مال وزر کا ذریعہ نہیں بنایا۔تقاریر ہوں یا خدمت دین کا کوئی بھی شعبہ ہو،ہر کام خلوص وللّٰہیت سے کیا۔بطور مثال کچھ واقعات اس حوالے سے پیش کرتا ہوں۔اللہ کریم ان کی پاکیزہ روش کو اختیار کرنے کی ہم سب کو توفیق وہمت نصیب فرمائے۔آمین

کرایہ بھی خود ادا کیا:

☆ یہ غالباً 1973ء کی بات ہے۔ہمارے بھائی انور عبدالرزاق (ATI) انہوں نے شاہ صاحب علیہ الرحمہ سے ایس ایم کالج میں بیان کے لئے وقت لیا۔اس وقت کالجز وغیرہ میں سنی علماء کے بیانات بہت کم ہوا کرتے تھے۔خیر شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو ATI کے دفتر میں مدعو کیا گیا۔جہاں حنیف طیب صاحب بھی موجود تھے،وہاں سے دولڑکے شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔یہ وہ وقت تھا جب موٹر سائیکل اور گاڑیاں دور کی بات،لوگ نقل وحرکت کے لئے سائیکل پر سفر کیا کرتے تھے۔شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے لئے ایک رکشہ کیا گیا۔رکشہ ڈرائیور سے کرایہ 50 پیسے طے ہوا۔یہ تینوں افراد رکشہ میں سوار ہوکر کالج پہنچ گئے۔وہ غربت کا زمانہ تھا۔وہ دونوں لڑکے پریشان تھے کہ ان کی جیب میں اس وقت 50 پیسے نہیں تھے۔ان کی جیب میں فقط 30 یا 35 پیسے تھے۔شاہ صاحب علیہ الرحمہ اپنی فراست ایمانی سے اس معاملہ کو بھانپ گئے،

چنانچہ رکشہ سے اتر کر آپ نے فورا کرایہ ادا کر دیا۔

آج تو شاذ و نادر ہی کوئی ایسا شخص ہوگا جو بغیر لفافے اور اپنی جیب سے کرایہ خرچ کر کے تقاریر کر آئے۔ یہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی جوانی کا واقعہ ہے۔

خلوص وللّٰہیت:

کافی عرصہ پہلے کا ذکر ہے، جب کاریں اور گاڑیاں بہت کم لوگوں کے پاس ہوا کرتی تھیں۔ ان دنوں ہمارے اشرف بھائی مرحوم (دھوراجی والے) ان کے پاس گاڑی ہوا کرتی تھی۔ میں اور اشرف بھائی اکثر قبلہ شاہ صاحب کو لے کر جلسوں میں شرکت کیا کرتے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب شاہ صاحب علیہ الرحمہ معاشی اعتبار سے سخت دور سے گزر رہے تھے اور ماشاء اللہ کثیر العیال بھی تھے اس کے علاوہ دیگر معاملات بھی تھے قبلہ کے، خیر ایک مرتبہ کورنگی میں ہم شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے ساتھ جلسے میں گئے۔ لیکن اس دن ہمارا ٹیکسی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مجھے آج بھی یاد ہے وہ جلسہ مولانا قطمیر رضا خان صاحب کے ہاں تھا۔ جلسہ ختم ہوا تو وہی پرانا مسئلہ کہ ٹیکسی ملنے میں بڑی دشواری ہوا کرتی تھی۔ بہر حال ہم جلسہ گاہ کے باہر حضرت کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ کچھ عقیدت مند بھی حضرت کے گرد جمع ہوگئے۔ پھر ایک ٹیکسی کر کے ہم اس میں سوار ہوئے تو راستے میں شاہ صاحب نے مجھے ایک لفافہ دیا اور فرمایا: مولانا یہ لفافہ ملا ہے۔ اس میں سے آنے جانے کا کرایہ نکال لو۔ باقی جو پیسے بچیں، وہ مجھے لفافے میں ڈال کر دے دینا۔ جب وہ آئیں گے تو انہیں واپس کر دیں گے۔ جاتے ہوئے کرایہ میں نے دیا تھا۔ اس وقت 50 یا 55 روپے کرایہ صرف ہوا تھا آنے جانے میں...... میں نے تقریبا 50 روپے لفافے میں ڈال کر شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو واپس کر دیئے۔ پھر جب مولانا قطمیر رضا تشریف لائے تو حضرت نے وہ لفافہ ان کو بطور نذرانہ دے دیا۔

یہ تھا شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے اخلاص کا عالم...... یہ وہ باتیں ہیں جنہیں اپنانا آج کے دور میں بہت ضروری ہے، خصوصا وہ طلباء جو ابھی مدارس سے فارغ ہونے والے ہیں، انہیں چاہئے کہ اپنے ان بزرگوں کے واقعات کو اپنے ذہنوں میں محفوظ رکھیں تا کہ وہ ان کے نقش قدم پر چل کر بہترین خدمت دین کر سکیں۔

سخت بخار میں تقریر:

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ایک خاص خوبی یہ بھی تھی کہ آپ کبھی بیماری یا تکلیف کو اپنے ذہن پر حاوی نہیں ہونے دیتے تھے۔ایک دفعہ کا واقعہ مجھے یاد آ رہا ہے کہ ملیر میں حضرت کا جلسہ تھا۔اس وقت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو 104 بخار تھا۔سر پر پٹیاں وغیرہ رکھی گئیں۔مالش بھی کی گئی اور ہاتھ پاؤں دبائے گئے لیکن بخار بدستور برقرار رہا۔شاہ صاحب نے جلسہ کی انتظامیہ سے فرمایا: آج مجھے آپ لوگ چھوڑ دیں، مجھے 104 بخار ہے۔جلسہ والے نہیں مانے۔کہا ہم آپ کو گاڑی میں چھوڑیں گے۔لیکن ہرگز جلسہ آگے پیچھے نہیں کر سکتے، نہ ہی کسی اور مقرر کو ہم قبول کریں گے۔ بہر حال ان کے ساتھ اپنے علاقہ کے کچھ مسائل تھے جس کی وجہ سے وہ بھی مجبور ہوں گے۔شاہ صاحب نے کچھ جوشاندہ وغیرہ پئے اور دوا وغیرہ لے کر اپنے جسم میں حرارت پیدا کی اور اس گرمی کے وقت میں آپ ایک انتہائی گرم جبہ جو آپ غالبًا افریقہ سے لے کر آئے تھے، اسے پہنا اور شال وغیرہ لے کر 104 بخار ہی میں تقریر کے لئے نکل گئے۔آپ کو حیرت ہوگی کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اس حالت میں بھی تقریر فرمائی اور یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ حضرت کو بخار ہے، وہی انداز جوانی والا۔ یہ حضرت کی کرامت ہی کہی جاسکتی ہے اور خدمت دین سے آپ کی محبت اور اپنے مشن سے آپ کی الفت...... یہ تمام باتیں صرف اس ایک واقعہ سے بخوبی سمجھی جاسکتی ہے۔

نورِ فراستِ ایمانی:

آج سے تقریباً 20 سال قبل کا واقعہ ہے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے بارہویں شب (شب عید میلا دالنبی ﷺ) کو ایک جلسہ کا وقت دیا ہوا تھا۔ ان دنوں شاہ صاحب علیہ الرحمہ بڑی راتوں میں بھی جلسے کرلیا کرتے تھے پھر بعد میں ترک کردیا تھا کیونکہ خود شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی مسجد میں بھی بہت بڑا جلسہ ہوا کرتا تھا، تھک جایا کرتے تھے، بہرحال شاہ صاحب کا اس رات جلسہ کلفٹن کے قریب (غالباً) پنجاب کالونی میں تھا، غریب آبادی تھی، جلسہ ایک گلی میں تھا، لیکن مجمع بہت شاندار تھا۔ یہ ایسی محفل تھی کہ ہمیں فوراً وہاں سے اپنی مسجد (میمن مسجد) پہنچ کر وہاں محفل کا آغاز کرنا تھا۔ اس لئے بہت جلدی تھی۔ میں گاڑی کے دروازے پر کھڑا تھا اور اشرف بھائی اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے آنے سے پہلے وہ جلسے والے میرے پاس آئے اور بولے کہ کیا یہ شاہ صاحب کی گاڑی ہے؟ میں نے کہا: ہاں، کہنے لگے: یہ مٹھائی اور لفافہ رکھ لیں۔

یہاں میں آپ کو بتاؤں کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی یہ عادت تھی کہ آپ تقاریر کے بعد لفافہ نہیں لیا کرتے تھے ہاں البتہ مٹھائی لے لیا کرتے تھے۔ اب جب ان لوگوں نے مجھے لفافہ اور مٹھائی دی تو میں نے اس لئے لے لی کہ حضرت کا حق بنتا ہے۔ انہوں نے اتنی محنت کی، اتنی تقاریر کرتے ہیں، حضرت کو کچھ ظاہری فائدہ بھی پہنچنا چاہیئے، ہم نے خیال کر کے وہ لفافہ اور مٹھائی لے لی۔ یہ وہ وقت تھا کہ پورا جلسہ 5000، 10000 میں ہو جایا کرتا تھا، کیونکہ اس وقت ساؤنڈ سسٹم اتنا مضبوط نہیں ہوا کرتا تھا۔ اب تو لاکھوں روپے لگ جاتے ہیں۔

شاہ صاحب علیہ الرحمہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ انہیں پتہ نہیں تھا کہ میں نے مٹھائی اور پیسے لئے ہیں۔ جب شاہ صاحب علیہ الرحمہ بیٹھ گئے تو میں نے مٹھائی اور لفافہ حضرت کے آگے کر دیا۔

شاہ صاحب کا چہرہ دیکھنے جیسا لال ہوگیا۔ بعدازاں شفقت سے فرمانے لگے: مولانا! تم نے یہ کیوں لیا؟ میں یہ تو کہہ نہیں سکتا تھا کہ حضرت مجھے لالچ ہوئی کہ ہمارے بزرگ کی خدمت ہورہی ہے اور وہ حقدار بھی ہیں، اس لئے میں نے لے لیا ہے۔ میں نے عرض کی: حضرت انہوں نے دیا، میں نے لے لیا۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے وہ لفافہ ہاتھ میں نہیں لیا اور جو بات فرمائی وہ بڑی کمال کی تھی۔ فرمانے لگے: اسے اپنے ہاتھوں سے کھولو اور دیکھو، اس میں کیا ہے؟ اب چونکہ یہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا حکم تھا، اس لئے میں نے کھولا تو اس میں صرف 100 روپے نکلے۔ اب میں بڑا شرمندہ ہوا کہ اتنے بڑے عالم کو بلایا، 10000، 12000 روپے خرچ کیا، کم از کم ایک ہزار روپے ہی دے دیتے، 100 روپے تک تو ہمارا آنے جانے کا خرچہ ہوگیا ہوگا۔

اب مجھے احساس ہوا کہ میں نے لفافہ لے کر غلطی کی۔ یہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا تجربہ تھا کہ لفافہ دیکھ کر انہیں معلوم ہوجاتا تھا کہ اس میں کیا ہوگا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لفافہ دیکھ کر ہم اندر کے مضمون کا اندازہ لگالیتے ہیں۔ کبھی کبھی ہم بیٹھے ہوتے تو بند لفافے ہمیں تھما کر فرماتے، اسے کھولو، اس میں چندہ مانگنے والوں کا پرچہ ہے۔ کوئی لفافہ دے کر فرماتے۔ اس میں اتنی بڑی اسٹوری ہوگی کہ آپ پڑھ پڑھ کر تھک جاؤ گے، لوگ تعویذ کے لئے اتنے لمبے لمبے خط لکھ دیا کرتے تھے، کسی لفافے کے بارے میں فرماتے۔ اس میں بہت بڑا اور عجیب خواب لکھا ہوگا۔ الغرض لفافہ کھولنے سے پہلے اس کے حوالے سے بالکل درست بات بتادیا کرتے تھے۔ اس دن بھی شاہ صاحب فرمانے لگے کہ مولانا مجھے پتہ تھا کہ لفافے میں کیا ہوگا۔ جبھی میں نے تمہیں کہا کہ اسے کھولو۔

قوت حافظہ اور علمی کمال:

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی قوت حافظہ بہت تیز تھی۔ مجھے صحیح طرح سن یاد نہیں۔ غالباً 60ء یا

62ء کا دور ہوگا۔ اس وقت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے دینی تعلیم حاصل کی اور 65ء میں شاہ صاحب کی شادی ہوئی۔ قاری صاحب کی نظر نے شاہ صاحب کی زندگی کا نقشہ بدلا تھا۔ مجھے یاد پڑتا ہے غالباً سن 78ء سے میرا اخوند مسجد میں جانا رہا، اس مسجد تک تو ہم شاہ صاحب کو کچھ مطالعہ کرتے دیکھتے تھے لیکن 1983ء میں قاری صاحب علیہ الرحمہ کے وصال سے کچھ عرصہ قبل شاہ صاحب مصلح الدین گارڈن میں آ گئے۔ یہ موقع تھا جب ہم نے شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی زندگی کو بڑے قریب سے دیکھا۔ ان کے پاس مطالعہ کا وقت ہی نہیں ہوتا تھا۔ گویا کسی حد تک میں کہہ سکتا ہوں (اپنے مشاہدے کی بنیاد پر) کہ جو کتابیں شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے جوانی میں پڑھی تھیں۔ ان سے وہ ایک لمبے عرصے تک بیانات کرتے رہے اور بہت حد تک مطالعہ سے بے نیاز رہے۔ لیکن یہ قبلہ شاہ صاحب کا حافظہ اور بزرگوں کی نگاہوں کا فیضان تھا کہ قبلہ فی البدیہ مسائل کا حل ارشاد فرماتے، تقاریر فرماتے، پیچیدہ مسائل نمٹاتے۔ یہ سب آپ کے حافظہ کا کمال تھا۔ بڑے بڑے علماء آپ کی ذہانت اور علمی کمال کو دیکھ کر دنگ رہ جایا کرتے تھے۔

مصروفیات کا انبار اور امامت کی ذمہ داری:

شاہ صاحب کے حافظے کے حوالے سے ایک مثال اور دلیل مزید پیش کرتا ہوں۔

1978ء سے 2012ء تک میں نے شاہ صاحب کی اقتداء میں بہت نمازیں پڑھیں، دن میں دو تین نمازیں تو ضرور پڑھا کرتا تھا۔ اس اتنے طویل عرصے میں سوائے ایک یا دو مرتبہ کے مجھے نہیں یاد آتا کہ میں نے کبھی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو سجدۂ سہو کرتے ہوئے دیکھا ہو۔ حالانکہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ جس طرح کے معاملات میں الجھے رہا کرتے تھے، اس کے باعث آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میری پوزیشن ایسی ہے کہ میں نماز کیسے پڑھاؤں...... اس قدر مسائل، معاملات، جھگڑے اور ٹینشنیں تھیں کہ جن سے تن تنہا شاہ صاحب علیہ الرحمہ نمٹ رہے ہوتے،

فون پر آخری وقت تک باتیں ہوتی تھیں، کبھی کبھی فرماتے، مجھے ڈر لگتا ہے، نماز میں، میں کہیں بھول نہ جاؤں، اتنے ٹینشن پال کر میں نماز پڑھاتا ہوں۔لیکن یہ اللہ پاک کا بڑا اکرم رہا کہ جب تک صحت رہی، آپ نماز پڑھاتے رہے۔ میں نے خود آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے نماز پڑھانے میں بہت لطف حاصل ہوتا ہے۔اسی وجہ سے حضرت کی یہ خواہش ہوا کرتی تھی کہ نماز وہ پڑھائیں اور آپ کی نماز پڑھانے کی روٹین بھی رہے۔ایک اور وجہ امامت سے وابستہ رہنے کی یہ بھی شاہ صاحب بیان کرتے تھے کہ امام کو نماز کا بہت ثواب ملا کرتا ہے جتنے مقتدی اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ ان کا ثواب بھی امام کو ملتا ہے لہذا میری خواہش یہ ہوتی ہے کہ میں نماز پڑھاؤں۔یہی وجہ تھی کہ قبلہ کو نماز پڑھا کر بڑی خوشی حاصل ہوا کرتی تھی۔

شاہ صاحب کا رعب و دبدبہ:

حضرت قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے کبھی کسی بدمذہب سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ جب سرکاری میٹنگز میں، اجلاس جو قومی اسمبلی کے ہوتے تھے، ان میں جب جایا کرتے تھے تو شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے ساتھ جو بندہ ہوتا، اس کی ذمہ داری ہوا کرتی تھی کہ وہ اپنے ساتھ مصلّٰی رکھا کرتا۔دوسری بات یہ کہ سرکاری دفاتر ہوں، پولیس انتظامیہ سے میٹنگ ہوں یا پھر اسمبلی ہال، گورنر ہاؤس الغرض کوئی مقام ہو، جب نماز کا وقت ہوتا تو شاہ صاحب کی یہ خوبی تھی کہ امام کوئی بھی ہو، کہیں بھی ہو، کسی بھی عقیدہ کا ہو، ہم نے شاہ صاحب کو دیکھا کہ امام کے مصلے پر ہی سنتیں ادا کرنا شروع کر دیتے تھے۔امام پیچھے سے وضو کر کے آ رہا ہوتا تھا لیکن اس کے مصلّٰی پر شاہ صاحب علیہ الرحمہ پہلے ہی قبضہ کر چکے ہوتے تھے، ہم نے ہمیشہ دیکھا کہ کتنا ہی بڑا سنی، دیوبندی امام ہو، یہاں تک ملک کا وزیر یا صدر ضیاء الحق ہو، کسی کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ وہ شاہ صاحب کو کہیں کہ پیچھے ہٹ جائیں، میں یہاں کا امام ہوں یا آپ یہاں کے امام نہیں ہیں۔اسی

طرح شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے کبھی کسی بدمذہب کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔تصور ہی نہیں کیا جاسکتا کہ کبھی پڑھی ہو یا نماز شاہ صاحب کو دھرانی پڑی ہو۔ ہمیشہ آپ خود ہی مصلّٰی پر جا کر کھڑے ہو جایا کرتے اور جہاں مصلّٰی نہ ہوتا، وہاں اپنا مصلّٰی بچھالیا کرتے تھے۔کبھی خود ہی تکبیر و اقامت کہہ کر نماز شروع فرمادیا کرتے مگر کبھی کسی بدعقیدہ کو ہرگز مصلّٰیِ امامت پر نہیں آنے دیتے تھے۔بدعقیدہ امام کے آنے سے پہلے ہی خود نماز شروع کر دیا کرتے تھے۔

حیرت انگیز مشاہدہ:

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ایک بہت بڑی خوبی جو میں نے شاہ صاحب کے علاوہ کسی میں نہیں دیکھی اور یہ آپ کے ولی اللہ ہونے کی ایک بہت بڑی نشانی بھی ہے۔وہ یہ تھی کہ آپ کے پسینے میں بدبو نہیں تھی۔ان کے پسینے سے میرا بڑا ربط تھا۔ مجھے فخر ہے کہ میں شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے سر پر جب مالش کرتا تھا تو جو تیل، جو پسینہ میرے ہاتھوں کو لگتا، میں اسے تولیہ وغیرہ سے صاف کرنے سے پہلے اسے اپنے سر پر یا اپنے چہرے یا داڑھی میں مل لیتا تھا۔اس میں اکثر پسینہ ہوتا تھا، وہ بھی میں مل لیتا تھا۔ان کے پسینے میں، میں نے ہمیشہ خوشبو محسوس کی۔ایک بات اور آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔محرم الحرام کے جلسوں میں عموماً میں شاہ صاحب کے پاس بیٹھ کر لوگوں کے سوالات لکھتا تھا اور میں بالکل قریب ہوتا تھا۔شاہ صاحب علیہ الرحمہ ایسے جوشیلے انداز میں تقریر کرتے تھے کہ ان کا ہاتھ ایک مرتبہ میرے قریب سے گزرا تو مجھے ایسا لگا کہ فولاد میرے قریب سے گزرا ہے، جیسے کوئی لوہا ہوتا ہے، مجھے ایسا لگا کہ میرے قریب آیا مگر لگا نہیں، قریب سے نکل گیا۔لیکن مجھے آج بھی اس کی رفتار یاد ہے تو اتنے جوش میں حضرت تقریر فرمایا کرتے تھے۔اور اس وقت ایکو ساؤنڈ کا دور نہیں تھا، لاؤڈ اسپیکر تھا اور وہ بھی ٹھیک نہیں ہوتا تھا، بہت زور لگا کر تقریر کرنی پڑتی تھی تب وہ آواز تھوڑی آگے بڑھا تا تھا۔خاص طور پر محرم کی تقاریر میں بڑی

محنت ہوتی تھی۔ایک مرتبہ گرمی میں شاہ صاحب نے ایسی تقریر کی، بعد میں مدرسہ کے حجرے میں آ گئے تو شاہ صاحب نے جبہ اتار کر اپنا بنیان مجھے دیا کہ اسے نچوڑ کر لاؤ۔آپ اندازہ لگائیں کہ کتنا پسینہ ہوگا لیکن اس پسینہ میں اس قدر خوشبو تھی کہ میں آپ کو بیان نہیں کرسکتا۔ایک ہمارا پسینہ ہوتا ہے کہ جس کی بو ناقابل برداشت ہوتی ہے اور اس سے گھن آتی ہے لیکن شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے پسینے کا معاملہ بھی عام لوگوں سے جدا تھا۔

تقویٰ کا ایک انداز:

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ایک بہت زبردست عادت کریمہ یہ بھی تھی کہ آپ کے پاس چندے کے پیسے آتے تو فوراً کسی ذمہ دار آدمی کو دے دیتے، مثلاً میں ہوگیا، رئیس بھائی ہوئے یا احمد بھائی ہوگئے، فوراً دے دیتے اور فرماتے کہ ان کا نام لکھو، پیسے کس مد میں خرچ ہوں گے، وہ بھی اور فون نمبر بھی لکھ لو۔ یہ شاہ صاحب کا معمول تھا، چاہے شاہ صاحب کہیں بھی ہوں، چاہے کسی جلسے میں ہی کیوں نہ ہوں، فوراً ہمیں دے دیا کرتے تھے اور کہتے، کہیں میں بھول نہ جاؤں، کہیں کسی کی امانت میں خیانت نہ ہو جائے اور ایک عادت یہ بھی تھی کہ رقم دیتے وقت ہمیں کہتے کہ گن کر اسے لکھ لو۔ یہ تھی شاہ صاحب کی احتیاطیں کہ لوگوں کی امانتوں کی اس قدر حفاظت فرمایا کرتے تھے اور جب ہم لوگ نہیں ہوتے تو لفافے پر پوری تفصیل لکھ کر ہی پھر اسے اپنی جیب میں رکھا کرتے تھے۔ایک مرتبہ ایک شخص نے شاہ صاحب کو ایک لاکھ روپے چندہ دیا اور یہ وہ وقت تھا جب ہزار پانچ سو کے نوٹ نہیں تھے۔آپ کو حیرت ہوگی کہ اس میں ایک ہزار روپے کم تھے۔شاہ صاحب نے کسی مصروفیت کی بناء پر گنے نہیں تھے، مجھے دے دیئے تھے کہ گن لو، غالباً رئیس بھائی بھی موجود تھے۔ہم نے مل کر گنے تھے۔ہم نے شاہ صاحب سے عرض کر دیا کہ حضرت ایک ہزار روپے کم ہیں۔شاہ صاحب نے فرمایا، میری واسکٹ اٹھاؤ اور اس میں سے ایک ہزار روپے نکال

کر فرمایا: اس میں ڈال کر پیسے پورے کر دو۔ اس شخص سے ایک ہزار روپے مانگنا مناسب نہیں کیوں کہ اس نے تو پورے دیئے تھے، اب اگر اس سے پیسے مانگیں گے تو اسے ایک ہزار وسو سے آ سکتے ہیں۔ ممکن ہے اس سے گننے میں غلطی ہوئی ہو تم اس ہزار سے اس کے پیسے پورے کر دو۔

ایسے تھے شاہ صاحب اور ایسی خوبیوں کے مالک تھے۔ اس غربت کے دور میں حضرت کے معاملات یہ تھے۔

منظّم زندگی:

شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی کو ایک نظام کے تحت ترتیب دیا ہوا تھا۔ وقت کے بہت پابند تھے اور ہر کام کا ایک وقت ہوتا تھا، اسی وقت پر وہ کام انجام دیتے تھے۔ مثلاً جمعہ ہمیشہ اپنے وقت پر ختم ہوتا تھا اور صلوٰۃ وسلام ہمیشہ ایک ہی ٹائم پر ہوتا تھا۔ تقریر اگر کبھی اتفاقاً دو چار منٹ لیٹ بھی ہو جاتی لیکن جب دعائے ثانی ہوتی تو ہم دیکھتے تھے کہ ایک بج کر پچپن منٹ ہی ہوا کرتے تھے، نہ کم نہ زیادہ۔ یہی معاملہ جلسوں کا تھا۔ تقریر ایک وقت پر ختم کر دیا کرتے تھے۔ یہی حال تقریبات کا تھا، خیر میں جمعہ کے حوالے سے عرض کر رہا تھا۔ دو چار منٹ لیٹ ہو جاتے تو اسے (Cover) کر لیا کرتے تھے لیکن صلوٰۃ وسلام ہمیشہ وقت پر ہوتا تھا۔ اس قدر شاہ صاحب وقت کے پابند تھے۔

ایک گھنٹہ میں عمرہ:

میں نے پابندیٔ وقت کے حوالے سے قبلہ کو بڑے قریب سے دیکھا۔ وہ اس طرح کہ مجھے قبلہ کے ساتھ 2000ء میں عمرہ کی سعادت ملی۔ وہ میرا پہلا عمرہ تھا۔ شاہ صاحب کے ساتھ جب جعرانہ سے عمرہ کیا تو آپ کو حیرانگی ہوگی کہ قبلہ اس قدر وقت کے پابند تھے...... فرمانے لگے، گھڑی ہاتھ میں لے لو اور دیکھو، دس منٹ کا ہمارا طواف ہوگا۔ اس وقت رش نہیں تھا۔ شعبان کا مہینہ تھا

اور حرم بھی اس وقت خالی تھا۔ فرمانے لگے: دس منٹ میں ہمارا طواف ہوگا اور دس منٹ نفل اور زم زم شریف اور دعا کے پھر 35 منٹ کی سعی ہوگی۔ کتنے ہوگئے 55 منٹ...... بالکل ویسا ہی ہوا۔ دس منٹ میں ہم نے طواف مکمل کیا، دس منٹ نفل اور زم زم شریف اور دعا میں لگے اور 35 منٹ سعی میں......تھوڑا بہت چلنے کا ٹائم، وہ الگ کہ ہم لوگ حرم شریف میں داخل ہوئے تو نماز پڑھی وہ معاملات دوسرے ہیں، خیر عمرہ کے لئے جو وقت حضرت نے بتایا، تمام معاملات ویسے ہی انجام پذیر ہوئے، حلق وغیرہ کرا کر پورا ایک گھنٹہ عمرہ میں لگا اور یہی حضرت نے فرمایا تھا کہ ایک گھنٹہ میں عمرہ ہونا چاہئے۔ باقی چاہے تسبیحات پڑھو، نفل پڑھو، مگر عمرہ ایک گھنٹہ میں ہوگا۔ میں نے گھڑی ہاتھ میں رکھی۔ اس سفر میں نے ہم نے تین عمرے ادا کئے اور تینوں میں وقت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ یہ آپ ہماری تربیت کے لئے فرمایا کرتے تھے کہ اپنی زندگی کا ایک نظام بناؤ، ہر کام وقت کا حساب لگا کر کرو۔

جسمانی قوت وطاقت:

ایک بات اور بتاؤں قبلہ کی اس وقت عمر 56 سال تھی اور میں 35 سال یعنی میری جوانی تھی لیکن میں نے دیکھا کہ طواف ہو یا سعی ہو، قبلہ ہم سے پیچھے نہیں رہتے تھے۔ ہم لوگ ہی ان کے پیچھے پیچھے آرہے ہوتے تھے۔ ایسی اسپیڈ تھی حضرت کی، ایسی قوت وطاقت میں نے کم ہی لوگوں میں دیکھی۔

روز وشب کے معمولات پر استقامت:

وقت کی پابندی کی ایک مثال یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ہمیشہ جماعت کے وقت میں مسجد پہنچ جاتے تھے۔ کبھی لیٹ نہیں ہوتے تھے، نماز پورے وقت پر پڑھاتے تھے اور دوسری خوبی یہ بھی تھی کہ جلسوں میں جاتے تھے، رات دیر سے بھی واپسی ہوتی تو مجھے کہہ دیا کرتے تھے کہ مجھے فجر میں

ساتھ لے لینا، ویسے تو عام طور پر پیدل آیا کرتے تھے جوڑیا بازار سے تو میں اکثر شاہ صاحب کو لینے جاتا تھا۔کبھی شاہ صاحب کی سنت موکدہ قضا نہیں ہوئی اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ سنتوں کی ادائیگی کے باعث جماعت لیٹ ہوئی ہو۔ظہر میں تو پورے ایک بجے مصلے پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ آج کل تو اماموں کو میں نے دیکھا کہ آخر وقت میں وضو کر رہے ہوتے ہیں اور آ کر جماعت کروا دیتے ہیں۔مغرب کے بعد میں نے دیکھا کہ اوابین ضرور پڑھا کرتے تھے۔آخر عمر تک یہ معمول رہا۔قاری صاحب کا معمول یہ تھا کہ درود شریف میں بیٹھتے، قاری صاحب اپنے وظائف پڑھتے پھر جب درود شریف ختم ہوتا تو لوگوں سے مصافحہ کرتے پھر اوابین کی نماز پڑھتے تھے۔شاہ صاحب بھی اوابین پڑھ کر نیچے اترتے تھے۔فجر کی نماز پڑھا کر شاہ صاحب اوپر حجرے میں بیٹھا کرتے تھے۔اس سے پہلے قاری صاحب کے مزار پر صحن میں فاتحہ پڑھتے تھے۔ہم اوپر جا کر حجرے میں بیٹھ جاتے تھے کیونکہ واپسی میں چھوڑنے جاتے تھے تو شاہ صاحب سورۃ یٰسین پابندی سے پڑھا کرتے تھے اور اشراق کی نماز کا انتظار کرتے تھے، اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے اور جیسے ہی وقت شروع ہوتا فوراً نماز ادا کرتے، یہی معمول میں نے رمضان شریف میں بھی دیکھا۔اشراق و چاشت ضرور پڑھا کرتے تھے۔ہمیں تو نیند آیا کرتی تھی، کبھی کبھی ہم لوگ بھاگ بھی جایا کرتے تھے کہ کام پر جانا ہے، لیکن شاہ صاحب کی استقامت تھی کہ وہ جو عمل شروع کرتے، اسے جاری رکھا کرتے تھے۔

منقبت

بحضور پیر طریقت رہبر شریعت، ولی کامل، حق مرد مومن، مرد حق،

حضرت علامہ سیدنا شاہ تراب الحق قادری رضوی نوری علیہ الرحمہ

از قلم: مولانا عباس علی قادری رضوی

سربراہ فروغ پیغام رضا کراچی

مدینے والے سے ملنے چلے تراب الحق
جبھی تو اتنے سنور کے گئے تراب الحق

جہاں میں شور ہوا کہ گئے تراب الحق
لحد میں ہے یہ جشن کہ ملے تراب الحق

رضا کے گھر سے صدا آئی ہے سنو لوگو!
کہ رضویوں کے ہے پیارے بڑے تراب الحق

نگاہ و دل میں کوئی اور آ نہیں پاتا
وہ ایسا اپنا بنا کے گئے تراب الحق

رضا کی فکر کا روشن دیا تراب الحق
جہاں کو فکرِ رضا دے گئے تراب الحق

ترابیوں کو ہو مژدہ کہ روزِ محشر بھی
رکھیں گے ہم کو سنبھالے میرے تراب الحق

عباس تجھ پہ کرم ہے یہ تیرے مرشد کا
کہ ہر بلا سے بچالیں تجھے تراب الحق